تقریر حضرة مسیح موعود علیہ السلام

جبکہ آپ نے ۲۹ دسمبر سئنہ کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر مسجد اقصےٰ میں فرمائی

(گذشتہ اشاعت البدر نمبر ۱ صفحہ ۱۰ سے آگے)

حالانکہ مسلمانوں کے لئے یہی ایک شے قابل فخر ہے۔ کہ دوسری کوئی قوم اس میں ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی کیونکہ اور قوموں نے بدیوں میں پڑکر اور ان سے راضی ہوکر دعا کا قصد ہی نہیں کیا۔ مثال کے طور عیسایٔوں کو لو۔ کہ جنہوں نے کفارہ اور قربانی پر بھروسہ کیا ہے اب جبکا یہ ایمان ہے۔ کہ میرے سب گناہ بخشے گئے ہیں۔ تو اسکے اندر دعا کی تحریک اور جذبہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے دعا کی ضرورت تو اسے پیش آتی جس کو یہ ایمان اور یقین ہوتا ہے کہ میں گرفتار ہوں۔ اور جسکو یہ خیال ہی نہیں ہے کہ گناہ مجھے ضرر پہونچاوینگے یا عذاب کا موجب ہونگے اسے دعا کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پس جسے کسی دوسری راہ پر بھروسہ ہے۔ وہ دعا کی راہ پر کب آویگا۔

لیکن یاد رکھو۔ کہ دعا صرف زبانی بک بک اور ترق ترق کا نام نہیں ہے بلکہ دعا اس بات کا نام ہے کہ دل خدا کے خوف سے بھر جاوے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانۂ الوہیت پر گر پڑے ہر ایک قسم کی طاقت اور قدرت اسی سے چاہے۔ اور اپنی کمزوری کا بار بار اسکے آگے اعتراف کرے یہ حالت جوکہ بالکل موت کی حالت ہوتی ہے نصیب ہو۔ تو اُسوقت دعا ہوتی ہے۔ اور اس حقیقت سے بے علم رہنے کی وجہ سے بہت لوگ دعا اور اسکی تاثیر سے منکر ہوگئے ہیں۔ اور ان کا یہ اعتقاد ہوگیا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہوکر ہی رہیگا۔ دعا کی ضرورت ہی کیا ہے یہ صرف اُن کا ایک بہانہ ہے ورنہ اگر ان کا اعتقاد یقینی طور پر اسباب پر ہوتا۔ کہ جو ہونا ہے ہوکر ہی رہیگا۔ تو پھر دکھوں اور بیماریوں میں وہ تدابیر اور علاج کیوں کرتے ہیں۔ اگر ایسے ہی متوکل اور رضا بقضا ہیں تو ذرا سے درد پر...... ڈاکٹروں اور طبیبوں کو کیوں بلاتے ہیں سید احمد خان بھی دعا کے بڑے منکر تھے۔ مگر جب پیشاب بند ہوا تو دہلی سے ڈاکٹر منگوائے گئے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ موٹی سی بات نہیں آتی۔ کہ جب ظاہری دنیا اس قادر خدا کے ملکوت میں ہے تو باطنی کسواسطے نہیں ہے ایک پہلو میں اسکی قدرت کے تصرفات مانتے ہیں۔ اور دوسرے میں جا کر انکار کرتے ہیں۔ قضا و قدر پر تو ہمارا بھی ایمان ہے لیکن [illegible] علم کیسے ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص [illegible] سے [illegible] یا کاسٹر آئل دیتے [illegible] رفع ہو جاتی ہے [illegible] زہر دینے والے ڈالتا ہے تو اسکا کیسا اثر کھولتا ہے پس جب تجارب سے ایک بات ثابت ہے تو اس کی بحث میں پڑنا اور ایک کھلی حقیقت سے انکار کرنا نادانی ہے۔ دعا سے انکار کی ایک یہی وجہ ہے کہ جس نکتہ پر دعا اثر کرتی ہے اس سے دور رہکر لوگ ہٹ جاتے ہیں۔ اور پھر عدم استقلال کی وجہ سے ابتلا میں پڑتے ہیں کیونکہ جب تک کسی شے کی پوری خوراک نہیں استعمال کی جاتی تب تک کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ اگر ایک شخص کو ایک روٹی کی بھوک ہے تو ایک دانہ یا ایک تنور سے اس کی سیری ہرگز نہ ہوگی۔ ایسے ہی جب تک دعا اپنے پورے آداب کے ساتھ نہ کی جاوے اور جس حد تک وہ درجہ استجابت حاصل کرتی ہے۔ اس حد تک نہ پہونچے تب تک اس کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ ورنہ دعا تو ایک ایسی شے ہے۔ کہ کوئی مشکل ایسی نہیں جوکہ اسکے ذریعہ سے حل نہ ہوا ہو کوئی بیماری ایسی نہیں جوکہ اسکے ذریعہ سے دور نہ ہو۔ کوئی غم ایسا نہیں جو دعا سے نہ جاوے۔ پس بڑا ہی خوش قسمت وہ انسان ہے۔ جوکہ دعا پر بھروسہ کرتا ہے انسان ہر وقت ایک سیلاب میں پڑا ہوا ہے۔ اور دعا ہی ایک ایسی شے ہے جوکہ اس سے اسکو نجات دلا سکتی ہے سورۃ فاتحہ میں بھی خدا تعالےٰ نے دعا کی تعلیم دی ہے اور اپنی انہی صفات کا ذکر اول کیا ہے جن سے دعا کی تحریک دل میں ہوتی ہے وہ صفات اسکے۔ رب العلمین۔ رحمن۔ رحیم ہیں رب کے معنے کہ ذرہ ذرہ کی ربوبیت اسی کے ہاتھ میں ہے عالم اسے کہتے ہیں جس کا علم انسان کو ہو۔ اور جس کی خبر اسے مل سکے گویا کہ ارواح اور اجسام کی وہی ربوبیت کرتا ہے حقایق اور معارف وہی بخشتا ہے۔ رحمان ہے کہ قبل پیدایش انسان کے بلا محنت و مزد کے اسکے آرام کے سامان مہیا کرتا ہے۔ رحیم ہے کہ ہر ایک عمل کی جزا دیتا ہے اور ان صفات کے بیان کے بعد دعا کی تحریک کی ہے کہ تو جو رب رحمان اور رحیم ہے میری مشکل کشائی فرما۔ اور وہ صراط مستقیم دکھا جو تو نے پیارے برگزیدوں کو دکھاتا رہا ہے ہم تیری راہ بجز تیرے فضل کے نہیں پا سکتے اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ اور اسکی تجلیات کا ظہور دعا کو چاہتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ انسان کو مخلصی ملتی ہے تو یہ دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ جو اسے کامل یقین اور طاقت سے استعمال میں لاویگا اسکے مشکلات ضرور دور ہو جاوینگے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے ہی انسان پاک ہو سکتا ہے۔ اور کوئی راہ اس کے پاک ہونے کی نہیں ہے۔

دوسرے مسلمانوں کی طرح ہماری جماعت کو ہرگز دعا کی بے قدری نہ کرنی چاہیئے۔ اور ان تمام پتھروں کو راستہ میں سے دور کردینا چاہیئے جوکہ اسکی روک بنے ہوئے ہیں جیسے پانی کے آگے پتھر ہوں تو وہ رک جاتا ہے ایسے ہی دوسرے لوگوں نے گندے پتھر دعا کی راہ میں ڈالے ہوئے ہیں اور وہ اُن کی اپنی بدکاریاں اور بدعقیدگیاں ہیں۔ لیکن تم لوگوں کو ان کی مثال نہ ہونا چاہیئے۔ اور تمہارا کوئی کاروبار دعا کے سوا نہ ہوا کرے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دعا کی عادت ڈالو۔ اور اس سے غافل ہرگز نہ ہو۔ عیسائیوں کی طرح ہرگز مت ہو۔ کہ جنہوں نے کفارہ پر بھروسہ کرکے دعا کی ضرورت کو معدوم کر دیا ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک بھی دعا کوئی شے نہیں ہے کیونکہ ان کے اعمال کی پاداش میں کروڑہا جونیں بدلنی ہیں۔ اور ان کا ایمان ہے کہ بجز اسکے چھٹکارا ہی نہیں۔ وہ کیا دعا کریگا۔ دعا تو جب کرتا۔ جب اسے ایمان ہوتا کہ خدا اسے ان جونوں کے عذاب سے بچالیگا۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہی ہے کہ وہ دعا کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھوگے تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ اس میں بار بار دعا کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی گئی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ واذا سئالك عبادی فانی قریب پھر آگے اسکی ثبوت اس طرح سے دیا ہے فَاُجیبُ دعوۃ الداع اذا دعان۔ کہ جب میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں اور وہ مجھکو پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہوں اور یہ جواب دینا کئی رنگوں میں ہوتا ہے۔ جو بہت دعا کرنیوالا ہوگا۔ وہ دیکھ لیگا کہ خدا تعالےٰ نے اسے یا تو بذریعہ رویا کے اور یا بذریعہ الہام کے جواب دیتا ہے اور یہ خدا کی ذات کا کافی ثبوت ہے اور کچھ یہی نہیں بلکہ جو بہت دعا کریگا۔ تو خدا اسے اپنی طاقت کا ثبوت بھی دیگا۔ اور قادرانہ تصرفات سے اسکے دل پر اپنی ہستی کا نقش جما دیگا۔ اور وہ جان لیگا۔ کہ میرے رب کی ذات کی ایسی قادر مطلق ہے جو ہر ایک قسم کی مشکل کو حل کر دیتی ہے ان باتوں کے ثبوت میں ہزاروں روایتیں اور حکایتیں موجود ہیں۔ اور اب اسوقت تو اس کی زندہ نظیریں بھی قایم ہیں پس ہماری جماعت کو لازم ہے کہ نیکی میں ترقی کرے اور ایمانی قوت کو بڑھانے کے لئے دعا کو ہاتھ سے نہ دے۔

تیسرا پہلو حصول نجات اور تقوے کا صادقوں کی معیت ہے جس کا حکم قرآن شریف میں ہے کونوا مع الصادقین یعنے اکیلے نہ رہو کہ اس حالت میں شیطان کا داؤ انسان پر ہوتا ہے۔ بلکہ صادقوں کی معیت اختیار کرو۔ اور ان کی جمعیت میں رہو۔ تاکہ انکے انوار اور برکات کا پرتوہ تم پر پڑتا رہے اور خانہ قلب کے ہر ایک خس و خاشاک کو محبت الٰہی کی آگ سے جلا کر نور الٰہی سے بھر دے غرضیکہ یہ تین ذرائع ہیں۔

جن سے انسان

جن سے انسان بدی سے محفوظ اور نیکی میں ترقی کر سکتا ہے۔
یہ بات بھی بیان کر دینی ضروری ہے کہ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ کتابوں میں بعض بدیوں کو پڑھکر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم میں یہ نہیں اور اسیکو اپنے لئے کافی خیال کرتے ہیں کہ ہم چوری نہیں کرتے۔ زنا نہیں کرتے۔ ڈاکہ نہیں مارتے وغیرہ وغیرہ۔ مگر جو شخص ان باتوں سے یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ کچھہ بنگیا۔ تو وہ سخت غلطی پر ہے کیونکہ جو چوری اور زنا نہیں کرتا۔ تو آخر وہ انکے برے انجام اور عذاب سے بھی تو محفوظ رہتا ہے اسکا احسان کسی پر نہیں۔ اگر کرتا تو دکھ پاتا۔ بدمعاشوں میں لکھا جاتا۔ کنجر کہلاتا۔ کیونکہ زنا کاری کنجروں کا کام ہے اگر اسنے ان کاموں کو نہیں کیا تو صرف اتنی بات ہوئی کہ بدمعاشوں کے رجسٹر سے اسکا نام کٹ گیا لیکن نیکوں کے طبقے اور رجسٹر میں داخل کبھی نہیں ہوا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے عمل صالحہ کی تاکید کی ہے کہ اگر وہ بدی سے بچتا ہے تو عمل صالح کر کے نیکوں میں داخل ہو مگر دیکھا جاتا ہے کہ حقیقی نیکی کو اختیار کرنے میں لوگ سست ہیں اور اکثر لوگ اسبات پر فخر کرتے ہیں کہ وہ فلاں فلاں بدی کے مرتکب نہیں ہیں اور صرف اسی کو ہی نیکی خیال کرتے ہیں حالانکہ بدی کے ترک کا نام نیکی نہیں ہے نیک اور صالح اس وقت کہلائیگا جبکہ وہ نیکی اور صلاحیت کے کام کریگا۔ پس جب تک کسی کے پاس حقیقی نیکیوں کا ذخیرہ نہیں تب تک وہ مومن نہیں ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا تعلیم فرمائی ہے کہ انسان چوری زنا وغیرہ جیسے موٹے موٹے برے کاموں کو ترک کرنا ہی نیکی نہ جان لے بلکہ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرما کر بتلا دیا کہ نیکی اور انعام ایک الگ شے ہے جب تک اسے حاصل نہ کریگا تب تک نیک اور صالح نہیں کہلا سکیگا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے یہ دعا نہیں سکھلائی کہ تو مجھے فاسقوں اور فاجروں میں داخل نہ کر۔ اور اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ یہ سکھلایا۔ کہ انعام والوں میں داخل کر۔ اسکے آگے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ان آیات سے یہ مطلب ہے کہ مومن کے نفس کی تکمیل اسوقت ہوتی ہے جبکہ وہ دو شربت پیتا ہے ایک شربت کا نام تو کافوری ہے۔ کہ جسکے پینے سے اس کا نفس بدیوں سے سرد ہو جاتا ہے جیسے کافور میں ایک خاصہ ہے کہ وہ زہریلی مواد کو جذب کرتا ہے ایسے ہی اس کے اندر جو زہر گناہ اور بدی کی ہوتی ہے وہ اس شربت کافوری سے جذب ہو جاتی ہے اور دوسرا شربت زنجبیلی شربت ہے جس سے انسان کو نیکی کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے قرآن شریف میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کی دعا تعلیم فرمائی ہے جس میں دونوں شربت اللہ تعالیٰ سے طلب کئے گئے ہیں

موٹی موٹی بدیوں کو چھوڑنا تو آسان ہوتا ہے۔ مگر بعض اریک بدیاں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ایک تو انسان کو انکا علم کم ہوتا ہے دوسرے علم ہو تو چھوڑنا اور بھی مشکل ہے وہ اخلاقی بدیاں ہیں جو کہ ایکدوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور معاملات میں پیش آتی ہیں اور ذرا ذرا سی بات اور اختلاف رائے پر دلوں میں بغض۔ کینہ۔ حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر چند دن سنوار کر نماز وغیرہ پڑھی ہے اور لوگوں نے اسکی مدح شروع کی ہے تو عجب اور ریا یعنے خود پسندی اور نمود پیدا ہو جاتا ہے یا علم اور دولت اور وجاہت حاصل ہے تو اس کی وجہ سے دوسرے بھائی کو حقیر اور ذلیل جاننے لگ جاتا ہے اگر کسی سے کوئی ضد یا عداوت ہو گئی ہے تو اسکے عیب نکالنے پر حریص ہو جاتا ہے۔ رات دن اسکی عیب جوئی میں لگا رہتا ہے تاکہ کسیکے قرب کیلئے اپنے بھائی کے عیب اسکے آگے بیان کرکے وہ منصب خود حاصل کرنا چاہتا ہے حالانکہ جو عیب وہ دوسرے میں دیکھتا اور بیان کرتا ہے وہ خود اس میں موجود ہوتے ہیں یہ وہ باریک بدیاں ہیں جن کا ترک کرنا مشکل ہے ایسے ہی ان بدیوں کا ترک کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ان میں صرف عوام الناس ہی مبتلا نہیں ہوتے بلکہ بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو بھی یہ لگی ہوئی ہوتی ہیں اور ان سے خلاصی پانا اور مرنا ایک ہی بات ہے اور کامل طور پر تزکیہ نفس اسی وقت ہوتا ہے جبکہ انسان ظلمتوں سے نکل آوے بعض کا گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے ان سے خلاصی پائی مگر جب کوئی موقعہ آ جاتا ہے اور کسی سفیہ آدمی سے مقابلہ آ پڑتا ہے تو اسوقت جوش اور نفس کے خیال کو دبا نہیں سکتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی خلاصی نہیں پائی اس تزکیہ کا نام اخلاقی تزکیہ ہے یہ انبیا پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔ کہ وہ اول اول انکا اخلاقی تزکیہ خود کر دیتا ہے سلطنت پاکر بھی وہ فقیر ہی رہتے ہیں۔ باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو بڑا نہیں جانتے نفس کے جذبات کا جو گند بد اخلاقی کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے وہ صرف معرفت کی آگ سے جل سکتا ہے اور یہ اسی آگ کا خاصہ ہے کہ انسان سب سے بڑا ہو کر اپنے آپ کو سب سے چھوٹا خیال کرتا ہے اور ان انوار معرفت کو وہ اپنے نفس کیطرف منسوب نہیں کرتا۔ بلکہ جیسے کہ دیوار پر دھوپ پڑ کر اُسے روشن کر دیتی ہے۔ تو دیوار کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ اس روشنی کو دور کرے وہ آفتاب کو نہیں کہہ سکتی کہ تو دور ہو جا۔ یا اپنے شعاع کو مجھہ سے ہٹا لے یہی حالت انبیا کی ہوتی ہے کہ ذاتی طور پر وہ کسی قسم کا دعوے نہیں کرتے (اس نکتہ پر لطیف نوٹ درس قرآن کے کالم میں البدر کے ناظرین دیکھینگے) اور ہر ایک فضل کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسلئے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ اعمال سے داخل جنت ہونگے تو فوراً جواب دیا کہ ہرگز نہیں بلکہ خدا کے فضل سے وہ کبھی کسی قسم کی قوت اور اختیار کو اپنی طرف منسوب نہیں کر سکتے ہاں انبیا سے نیچے جو لوگ ہوتے ہیں ان میں کوئی رگ تکبر کی باقی رہ جاوے تو عجب نہیں کیونکہ یہ تو وہ بلا ہے کہ انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی بعض لوگ حاجی بھی بن آتے ہیں تاہم تکبر اور نخوت ان میں بدستور پائی جاتی ہے یہ تکبر شیطان سے آیا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اُسے بھی شیطان بنا دیتا ہے۔ وجاہت۔ دولت۔ خاندان اور حسب نسب کے خیال سے یہ پیدا ہوتا ہے اور جب تک ان گھمنڈوں سے انسان اپنے آپ کو پاک صاف نہ کرلے تب تک خدا کے نزدیک ہرگز پسندیدہ نہ ہوگا شیطان نے بھی یہی گھمنڈ کیا اور آدم سے اپنے آپ کو بڑا سمجھا خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ نتیجہ یہ ہوا کہ بارگاہ الٰہی سے راندہ گیا اس لئے اس تکبر سے ہر ایک کو بچنا چاہیئے۔ جب انسان کو معرفت نہ ہو تب تک وہ لغزش کھاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو بھی لغزش ہوئی لیکن چونکہ معرفت تھی فوراً سمجھ گئے۔ کہ بجز خدا کے فضل کے چارہ نہیں اور دعا کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ حضرت مسیح کو بھی لوگوں نے کہا۔ کہ تو نیک ہے لیکن چونکہ ان کو علم تھا کہ جب تک خدا کسی کو نیک نہ کرے وہ نیک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فوراً انکار کیا۔ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نیکی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں حقیقی نیکی تو خدا کے پاس ہے وہ جب چاہے سلب کرے اور جب چاہے عطا کرے۔ عیسائیوں نے تو مسیح کو ایک متکبر انسان بنا دیا ہوا ہے حالانکہ وہ ایسا نہ تھا یہ نہایت عمدہ طریق ہے کہ جس کے سوا کوئی انسان پاک نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا نہ جانے اور دوسرے کو بہتر سمجھے۔ علمی۔ مالی۔ خاندانی تکبر لوگوں میں ہوتے ہیں۔ ان سے بچے۔ جب خدا کسیکو آنکھ دیتا ہے تو اُسے پتہ لگتا ہے کہ ہر ایک روشنی جو ان ظلمتوں سے نجات دیتی ہے وہ آسمان سے آتی ہے انسان ہر وقت آسمانی روشنی کا محتاج ہے۔ دیکھو آنکھ نہیں دیکھہ سکتی جب تک آسمان سے روشنی نہ آوے ایسے ہی باطنی روشنی یعنے تقوے اور طہارت۔ یہ بھی خدا ہی سے آتی ہے وہ چاہے تو ہدایت دے اور چاہے گمراہ رکھے۔ سچی معرفت اسکا نام ہے کہ انسان نفس سے اپنے آپکو مسلوب اور لاشے سمجھے اور آستانہ الوہیت پر گر کر خدا سے نور مانگے اور اگر ملجاوے تو اُسپر کسی قسم غرور نہ کرے اور کوئی شے اپنی نہ سمجھے اگر اس قسم کا عقیدہ رکھیگا۔ تو اسکی اخلاقی حالت اچھی ہوتی جائیگی۔ اپنے کو کچھہ شے جاننا اسیکا نام تکبر ہے اور اسی کی وجہ سے ایکدوسرے کو حقیر جانتے اور غلو کرتے ہیں۔ عالموں کو اپنے علم کی شیخی ہوتی ہے۔ وہ اسکی وجہ سے تکبر اور نفسانیت میں گھرے رہتے ہیں۔ فقرا کو بھی اصلاح نفس سے کوئی غرض نہیں رہی۔ جسقدر مجاہدے اور ریاضتیں ان لوگوں نے تجویز کئے ہوئے ہیں۔ وہ سب گری ہیں۔ صرف جسم ہی جسم ہے جس میں روحانیت کا نام و نشان نہیں۔ یہ مجاہدے دلکو پاک نہیں کر سکتے اور نہ کوئی حقیقی نور

معرفت کا بخش سکتے ہیں۔ پس یہ زمانہ معرفت بالکل خالی پڑا تھا۔ طریق نبوی کو بالکل بھلا دیا گیا تھا۔ اب ارادہ الٰہی یہ ہے۔ کہ وہ نبوت کا زمانہ دوبارہ آ دے اور وہی تقوےٰ اور طہارت قائم ہو جا دے خدا کی غرض اس جماعت سے یہ ہے کہ گم شدہ معرفت کو دوبارہ دنیا میں قایم کر دے سو دو چیزیں ہیں کہ جن کی حفاظت ہر ایک انسان کو ضروری ہے ایک حق العباد اور ایک حق اللہ۔ حق اللہ تو یہ ہے کہ اسکی محبت میں۔ اسکی اطاعت میں اسکی عبادت میں اس کے خوف میں کسی کو شریک نہ کیا جا وے۔ اور حق العباد یہ کہ تکبر اور خیانت اور ظلم کسی اپنے بھائی سے نہ برتا جا وے اور حقوق اخوت کی کماحقہ نگہداشت کی جا وے۔

سننے میں تو یہ دو فقرے ہیں لیکن عمل کرنیکے لئے بہت مشکل۔ انسان کے اوپر بڑا ہی خدا کا فضل ہو۔ تو وہ ان کے اوپر قایم رہ سکتا ہے کسی میں قوت غضبی ہی ہولی ہوتی ہے ذرا سی بات سے غصہ میں آجاتا ہے دل میں کینہ رکھتا ہے کسی میں قوت شہوت غالب ہوتی ہے غرضیکہ اخلاقی حالت انسان کی جب تک درست نہ ہو تب تک پورا ایمان اسکے اندر داخل نہیں ہوتا۔ خدا کو واحد جاننے اور ایمان کا دعوے کرنیکے بعد اخلاقی حالت کی اصلاح بہت ضروری چیز ہے۔ اکثر لوگوں میں بدظنی ہوتی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر اپنے دوسرے بھائی کی نسبت بُرے بُرے خیالات کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے عیوب کی اسکی طرف نسبت کرتے ہیں۔ جو اس میں نہیں ہوتے حالانکہ اگر وہی عیوب اسکی طرف منسوب کئے جاویں تو وہ بُرا مانتا ہے بڑی ضروری بات ہے کہ حتے الوسع اپنے بھائیوں پر بدظنی نہ کی جاوے اور ہمیشہ نیک ظن رکھا جاوے کہ اس سے محبت اور انس بڑھتا ہے آپس میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ دوسروں کو نکتہ چینی کرنیکا موقعہ نہیں ملتا۔ اور خود انسان بھی حسد۔ بغض۔ کینہ وغیرہ سے بچا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہتوں میں ہمدردی کا مادہ نہیں۔ مشکلات کیوقت اپنے وقت۔ طاقت اور مال کو دوسرے کیلئے خرچ نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبرگیری اور اسکے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے مگر ہمسایہ سے یہی مطلب نہیں جو اپنے گھر کے ساتھ ہی رہتا ہو۔

تمہارے بھائی جو تم سے ہزاروں اور سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر رہتے ہیں وہ سب تمہارے ہمسائے ہیں تمہیں چاہیئے کہ ان سب پر نیک ظن رکھو۔ اور ہمدردی کے کسی پہلو سے ان پر دریغ نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو روزانہ مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کہ اُسنے کسقدر ہمدردی اپنے بھائیوں سے کی ہے حدیث شریف میں دیکھو۔ ہمدردی کی کسقدر تاکید ہے۔ کہ ہانڈی میں پانی زیادہ ڈالو اور اپنے ہمسایہ کو دو۔ خدا تعالےٰ تمہاری ہمدردیوں کا بھوکا نہیں ہے اور نہ اُسے کوئی پرواہ ہے

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز خدا تعالےٰ کہیگا کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا اور میں پیاسا تھا تُنے مجھے پانی نہ پلایا۔ اور میں بیمار تھا تم نے میری بیمار پرسی نہ کی۔ میں غریب تھا تم نے میری خبرگیری نہ کی۔ لوگ آگے سے جواب دیں گے۔ کہ اے ہمارے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا تب خدا تعالےٰ کہیگا کہ میرا فلاں بندہ جو تھا اسکی ہمدردی میری ہمدردی تھی ایسے ہی ایک اور جماعت کو خدا تعالےٰ کہیگا۔ کہ شاباش تم نے میری ہمدردی کی۔ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ وہ کہینگی کہ اے خدا ہم نے کب تیرے ساتھ ایسا کیا تب خدا جواب دیگا۔ کہ میرے فلاں بندے کے ساتھ جو تم نے ہمدردی کی وہ میری ہمدردی تھی۔ اگر ایک خدمتگار کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے پاس جاوے تو جو کچھ اس کی خاطر تواضع کی جاویگی۔ وہ اس کے آقا کی سمجھی جاویگی۔ لیکن اگر اسکی خبرگیری نہ کی جاوے نہ رات کو آرام کرنے کی کوئی جگہہ دی جاوے۔ نہ بھوک پیاس کی خبر لی جاوے تو اسکے دل میں رنج گذریگا کہ میرے آدمی کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ پس خوب یاد رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ کو اسکی مخلوق بہت پیاری ہے۔ وہ ہرگز یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ اُسکے ساتھ سرد مہری برتی جاوے۔ پس جو شخص خدا کی مخلوق کیساتھ ہمدردی کرتا ہے وہ گویا اپنے خدا کو راضی کرتا ہے دوسرا پہلو جو حقوق اللہ کا ہے وہ بھی بہت مخفی ہے مگر یہی پہلو اسی لغو دینا ہے میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک با اخلاق شخص کا ایمان کبھی ضایع ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ بناوٹی اخلاق خدا کے لئے نہیں ہوتے۔ اسلئے ان اخلاق کو حاصل کرنا چاہیئے جن سے خدا راضی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی رضامندی کیلئے جو انسان اخلاق فاضلہ سے کام لیگا اس کا ایمان قوی ہوگا۔ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوئی۔ تو ایک گبر چھت پر چڑیوں کو دانے ڈال رہا تھا میں نے اس خیال سے کہ کافر کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں اسے کہا کہ تیرے اس عمل سے کیا تجھے کچھ ثواب ہوگا۔ اس گبر نے جواب دیا کہ ضرور ثواب ہوگا چنانچہ ایک سال جو وہ ولی اللہ حج کو گئے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہ گبر بھی مسلمان ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ تب اس گبر نے اس کو کہا کہ دیکھو میرے ان دانوں کا ثواب ہوا یا نہ ہوا ایسے ہی ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایام جہالت میں میں نے بہت سا خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ... کیا تھا مجھے اُس کا ثواب ہوگا یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے ہمدردی مخلوق کی ایسی شے ہے۔ کہ اگر انسان اسی چھوڑ دے اور اس سے کام نہ لے تو انجام کار رفتہ رفتہ درندہ بن جاتا ہے انسان اسی وقت تک انسان رہتا ہے جب تک وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مروت سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے شیخ سعدی فرماتے ہیں سہ بنی آدم اعضائے یکدیگر اند اور اُنکا یہ کہنا ٹھیک ہے۔ میرے نزدیک ہمدردی کا دائرہ بہت وسیع ہے اور میں اُن لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو کہتے ہیں کہ صرف اپنی قوم سے ہمدردی کرنی چاہیئے۔ اور غیر قوم سے ہرگز نہیں کرنی چاہیئے میں ایسی تعلیم کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور تاکید کرتا ہوں کہ اپنی قوم اور غیر قوم سے ہمدردی کرنی چاہیئے۔ جن لوگوں نے ہمدردی کو صرف اپنی قوم تک محدود رکھا ہے۔ انہوں نے اس امر کو بھی جائز رکھا ہے کہ دوسرے کا مال زبردستی لے لیا جاوے اور ہر قسم کے جور اور ظلم کو دوسرے لوگوں کیلئے حلال جان لیا ہے۔

باہمی ہمدردی کے اللہ تعالےٰ نے تین مراتب رکھے ہیں۔ جن کا ذکر آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی میں ہے۔ سب سے چھوٹی نیکی اسمیں عدل کو قرار دیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی تم سے نیکی کا معاملہ کرے تو تم بھی اُس سے ویسا ہی کرو۔ اسکے بعد پھر احسان کا درجہ ہے۔ اور اگرچہ یہ عادل سے اعلےٰ ہے لیکن اس میں بھی ایک نقص ہے کہ احسان کرنیوالے کے دل میں ریا اور خودی آ سکتی ہے۔ اور کسی موقعہ پر جتلا سکتا ہے کہ میں نے تیرے ساتھ فلاں نیکی و احسان کیا ہے مگر ایتاء ذوی القربٰی میں ریا اور خودی کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ جیسے ماں اپنے بچے کو طبعی طور سے پرورش کرتی ہے اور اس کو کوئی علم اسکی موت اور زندگی کا نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس سے فائدے اور ضرر کی امید ہو سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے جوش اُس کے دل میں ڈالا ہوا ہوتا ہے اور وہ بے اختیار اپنے ہر ایک قسم کے سکھ اور آرام کو اس بچے کے لئے قربان کر دیتی ہے اسیطرح طبعی جوش سے نوع انسان کی ہمدردی کا نام ایتاء ذوی القربٰی ہے اور اس ترتیب سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ اگر تم پورے نیک بننا چاہتے ہو۔ تو اپنی نیکی کو ایتاء ذوی القربٰی یعنے طبعی درجہ تک پہنچاؤ۔ جب تک کوئی شے ترقی کرتی کرتی اپنے اس طبعی مرکز تک نہیں پہونچتی تب تک وہ کمال کا درجہ حاصل نہیں کرتی بدی خدا تعالیٰ کو کسیطرح سے بھی پسند نہیں۔ اگر ہوتی تو جیسی تاکید احسان کی کی ہے بدی کی بھی کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کیا جاتا ہے لیکن نادان نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف مدافعت تھی تیرہ سال تک آپ نے تکالیف پر تکالیف اُٹھائیں آپکے عزیز دوست اور یاروں کو سخت سخت عذاب دیا جاتا رہا اور جور و ستم کا کوئی بھی پہلو ایسا نہ رہا۔ جو کہ مخالفوں نے آپکے لئے نہ برتا ہو۔ اور اسطرح جب بات انتہا تک پہونچ گئی تو اس مظلومانہ حالت میں آپ کو مقابلہ کا حکم دیا گیا ورنہ

کوئی بتلائے کہ تیرہ سال تک مکہ میں رہکر کیا آپ نے کسیکا باپ مارا تھا۔ اور پھر مقابلہ بھی اسلیئے کیا گیا۔ کہ شریر اپنی شرارت سے باز آجاویں اور دین حق کیلئے ایک راہ کھلجاوے اور باوجود غلبہ اور تسلط پانیکے آپنے کسی سے کسی قسم کی بدی کو روا نہیں رکھا۔ ورنہ اگر آپ ان تمام آئمۃ الکفر کو جو آپ کے ایذا کے درپے رہے تھے قتل کروا دیتے تو کون پوچھنے والا تھا۔ آجکل جو لوگ غدر اور فساد برپا کرتے ہیں دیکھ لو کہ وہ باغی اور مفسد قرار دیئے جاکر قتل کردی جاتی ہیں۔ یا سخت سے سخت عذاب پاتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باغیوں کو رہا کردیا جو کہ آپکی ساتھ بغاوت پر آمادہ رہتے تھے پس اب یہ کسقدر ظلم اور ستم کی بات ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام دوسروں سے ہمدردی کی اجازت نہیں دیتا۔ انسان جسقدر متقی ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ کسی کی نسبت سزا اور ایذا کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری قومیں کینہ پرور ہوتی ہیں کہ ان کے دل سے دوسرے کی بات نہیں جاتی اور بدلہ لینے کیلئے ہمیشہ گھات میں لگی رہتی ہیں لیکن ہم ہر ایک خطا کار کی خطا بخشنے کو طیار ہیں اسلام کی تعلیم ہے کہ تم بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو۔ دیکھو قرآن شریف میں لکھا ہے یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اور وہ قیدی لوگ اکثر کافر ہی ہوتے تھے کہ جن سے سلوک کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اب دیکھو۔ کہ اسلام نے اخلاق اور ہمدردی کو کہاں تک پہنچایا ہے عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے میرا ارادہ ہے۔ کہ تندرست ہوکر ایک مستقل رسالہ اخلاق کی نسبت لکھوں جو میری جماعت کیلئے ایک کامل تعلیم ہو اور اُس میں ابتغاء لمرضات اللہ کی راہیں بھی دکھلائی جاویں اور خدا تعالیٰ کی توحید کی بھی رہنمائی ہو مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپس میں تنازعات میں ایکدوسرے کی شکایت کی جاتی ہے ہمدردی اور آپس میں نیکی کے پہلو کو مرعی نہیں رکھا جاتا۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی ابھی تک جماعت کو ایک بچے کیطرح دیکھتا ہوں جو ایک قدم اٹھتا اور چار قدم گرتا ہے۔ اس لئے تاکید کرتا ہوں کہ دعا اور کوشش میں لگے رہو۔ اور خدا تعالیٰ سے اُسکا فضل مانگو کہ اس کے سوا کچھ نہیں بن سکتا

اس تقریر کے بعد حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی منشی محمد اروڑا صاحب اور دیگر چند احباب نے اٹھکر آپ سے نیاز حاصل کی اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے جو کہ لاہور کی انجمن فرقانیہ کے امین اور خزانچی ہیں ایک کثیر رقم زر نقد

کی پیش کی۔ اسوقت عصر کی بانگ کا حکم دیا گیا۔ ایک شخص پنڈی گھیب سے حضرت کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے انکو مخاطب کرا کر حضرت حکیم نورالدین صاحب نے تمام جماعت کو یہ بات نوٹ کرائی۔ کہ دیکھو حضرت صاحب غیر مرزائیوں سے کیسی ہمدردی اور عمدہ معاملہ کی تاکید فرماتے ہیں۔ اسکے بعد عصر کی نماز ہوئی اور جلسہ برخاست ہوا

نجات فضل سے ہے

میرے دوست مفتی محمد صادق روایت کرتے ہیں کہ ایکبار میاں کرمداد صاحب احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ماہ رمضان میں حکم دیا کہ مفتی صاحب کے ہمراہ بٹالہ تک جاویں اور تاکید کی کہ روزہ نہ رکھنا کرمداد نے خواہش ظاہر کی کہ روزہ رکھ لیا جاوے بعد کو تکلیف ہوتی ہے **فرمایا نجات خدا کے فضل سے ہے عمل سے نہیں ہے**

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خبریں

احمدی احباب اور انجمنوں کیخدمت میں التماس ہے۔ کہ اپنے سلسلہ کے متعلق وہ دینی خبریں برائے اندراج اخبار ضرور ارسال فرمایا کریں

۱۔ **حضرت اقدس** علیہ السلام کی طبیعت سابقہ ایام کی نسبت اس عشرہ میں بہ فضل خدا نسبتاً اچھی رہی ہے۔ اور آپ عام طور پر ظہر و عصر کی نمازوں میں شامل جماعت ہوتے رہے۔ خاندان رسالت کے کل ممبر بھی بہ فضل خدا تندرست رہے۔

۲۔ **حضرت حکیم نورالدین صاحب** کی طبیعت بہت علیل رہی۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو درس قرآن ملتوی رکھنا پڑا۔ حکیم صاحب کی طبیعت کی ناسازی دیکھکر حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی صحت کے لئے کثرت سے دعا شروع کی۔ تو ۲ جنوری کو آپنے تشریف لاکر فرمایا۔ کہ میں دعا کر رہا تھا۔ کہ یہ الہام ہوا۔ **اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ** یہ الہام ایکبار حضور کو

۳۔ **حضرت مولانا عبدالکریم** کی طبیعت علی العموم تندرست رہی اور آپ منصب امامت کو احسن طور پر بجالاتے رہے۔ ۳۱ دسمبر کو حضرۃ مسیح موعود علیہ السلام نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کی علالت طبع کا حال استفسار فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ اگر وہ دہ ہضم ہونے لگجاوے۔ تو بخار اس سے بھی ٹوٹ جاتا ہے

مولوی عبداللہ صاحب احمدی مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان اپنے ایام رخصت گذار کر کشمیر سے واپس تشریف لائے۔ یکم جنوری ۱۹۰۵ء کو ادنےٰ غلام ایڈیٹر البدر نے ایک غریب کاتب کی درخواست پیش کی۔ کہ اس کا مذہب بھی خاکروبوں کا ہی ہے۔ مگر فن کتابت سے واقف ہے۔ اور کارخانہ البدر میں

فتح مقدمات کی احمدی جماعت کو مبارک ہو

آج ہم بارگاہ الوہیت میں کمال عجز و انکسار سے رکوع اور سجود کرتے ہوئے یہ خوشی کی خبر اپنے ناظرین کو دیتے ہیں۔ کہ خدائے قادر مطلق کے کلام کیموافق جو اس کے برگزیدہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی اور مرسل پر نازل ہوا تھا۔ عدالت عالیہ سیشن جج صاحب بہادر امرتسر سے وہ جرمانہ جو کہ عدالت ابتدائی نے آپ پر اور آپکے حواری حکیم فضل دین پر کیا تھا معاف ہوگیا ہے۔ اور آپ بالکل بری قرار دئے گئے

یہ ایک عظیم الشان قدرتوں سے بھرا ہوا نشان بنا اور

ہمارے ایمانوں کی زیادتی اور تر و تازگی کیلئے دکھایا گیا ہمارے منکر اور مخالف ذرا غور کریں۔ کہ وہ ہنسی اور ٹھٹھا جو کہ وہ ہم پر کرتے تھے آج کس پر الٹ کر پڑا ہے اب نہیں معلوم کہ وہ لوگ کس سوراخ میں اپنے سروں کو خدا کی لعنت سے چھپائیں گے۔
قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے
دشمن جو کہتے تھے وہ نگونسار ہوگئے

اُمید ہے۔ کہ احمدی جماعت اس خوشی میں اپنے خادم البدر کی ترقی اشاعت میں ایک نمایاں حصہ دکھلاویگی

ہے۔ چونکہ میری طبیعت کراہت کرتی ہے۔ اس لئے حضور سے مشورۃً پوچھتا ہوں۔ آپنے تبسم فرماکر فرمایا۔ کہ بات تو واقعی مکروہ معلوم ہوتی ہے ۔ ہم اُنکا تسلیہ ہے

اس عشرہ میں موسم اکثر ابرآلود رہا۔ اور بوندا باندی بھی ہوتی رہی جس سے سردی بڑی شدت

درس قرآن مجید

سورہ ھود رکوع ۲ نمبر ۱

ہم نے صرف مختصر نوٹ درس قرآن شریف سے درج کئے ہیں۔ اگر آپ حقیقۃً ان سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ تو اول قرآن شریف کا وہی کوع کھولکر مطالعہ کریئے۔ اور ان نوٹوں سے مدد لیتے جایئے۔ جو اشکال اور شبہات پیش آویں۔ ان سے بذریعہ خط اطلاع دیویں۔ تاکہ ان کا حل اخبار میں دیا جاوے۔

الرٰ۔ کتب — یہ اختصار ہے۔ اللہ لطیف۔ رحمان۔ رحیم کا یعنے اللہ کی طرف سے۔ جو رحمان اور رحیم ہے یہ کتاب ہے۔

احکمت اٰیٰتہ — اس کی باتیں یا آیتیں بہت پکی اور مضبوط ہیں۔ یعنے دلایل قویہ اور مشاہدہ صحیحہ پر بنی ہیں۔

فصلت — اس کے معنے ہیں مفصل بیان گئیں۔ کھول کھول کر سنائی گئیں۔ اس لفظ کے معنے قرآن شریف نے خود دوسری جگہ کر دیئے ہیں۔ دیکھو جزو نمبر ۲۴۔ رکوع ۱۸۔

ولو جعلنٰہ قرآنا اعجمیا لقالوا لولا فصلت اٰیٰتہ ءاعجمی و عربی ..... یعنے اگر ہم اس قرآن کو کسی غیر زبان میں نازل کرتے۔ تو اہل مکہ کہتے کہ یہ تو ایسی زبان میں ہے۔ جو کہ اظہار مطالب پر پورے طور پر قادر نہیں۔ اور نہ پورے مواد ایک کامل زبان کے اپنے اندر رکھتی ہے۔

عجمی عرب زبان میں گونگے کو کہتے ہیں۔ جو کہ اظہار مطالب پر قادر نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے چارپایوں وغیرہ کو عجما کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ وہ اپنی آواز سے اظہار مطالب تو کرتے ہیں۔ اور ان کے بچے یا محافظ ان کی ضرورتوں کو سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً گھوڑی یا گائے جب اپنے بچہ کو بلاتی ہے۔ تو خاص آواز استعمال کرتی ہے۔ گھوڑا پیاسا ہو۔ تو خاص طور سے ہنہناتا ہے۔ مرغی کڑ کڑ کرتی ہے۔ تو بچے پروں کے نیچے آجاتے ہیں۔ لیکن تاہم وہ جانور کھول کر معانی بیان نہیں کرسکتے۔ اسی لحاظ سے عرب زبان کے سوائے غیر زبانوں کو عجمی کہا جاتا ہے۔ مثلاً فارسی اور انگریزی میں مذکر و مونث کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس مقام پر ہمیں خاص زبان دانی سے بحث نہیں ہے۔ اس لئے صرف اس امر کا ذکر کریں گے۔ جس کا تعلق قرآن شریف سے ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کی ذات۔ اس کے صفات اور امور معاد یعنے مابعد الموت کا علم ہے۔ کہ جس کو ہم مفصل کسی غیر زبان میں نہیں پاتے۔ مثال کے طور پر اللہ کا نام لو۔ تو انگریزی میں اس کے مقابل پر کوئی لفظ نہ ملیگا۔ صرف گاڈ (God) یا لارڈ (Lord) لفظ ہے جسے خدا پر بھی استعمال کرتے ہیں اور مخلوق پر۔ حالانکہ عربی لفظ اللہ ..... مخلوق پر استعمال نہیں ہوتا۔ سنسکرت میں بھی کوئی مفرد لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو کہ اللہ کی طرح جامع معنے اپنے اندر رکھتا ہو۔ صرف ایک اوم ہے۔ مگر وہ بھی مرکب ہے۔

فصلت سے مراد ان امور کی تفصیل سے ہے۔ جن کا تعلق انسان کی نجات سے ہے۔ اور جسے سابقہ کتب نے تفصیل سے بیان نہیں کیا۔ وہ عقاید صحیحہ۔ صفات باری تعالےٰ اور احوال مابعد الموت کا ذکر ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے۔ کہ علم حیوانات۔ نباتات۔ جمادات۔ ریاضی۔ ہندسہ وغیرہ کیوں اس میں نہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق نجات سے ایسا وابستہ نہیں ہے۔ کہ جو ان سے جاہل رہے۔ وہ کافر قرار دیا جاوے۔ جس غرض کے متعلق جس قدر تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ قرآن کر دیتا ہے اور باقی امور ترک کرتا ہے۔

توبوا الیہ — اللہ کی طرف رجوع کرو۔ یعنے اس کے احکام پر عمل در آمد کرو۔ نیکی کرو۔

یثنون صدورھم — یثنون کپڑے کو دوہرا کرنے کو کہتے ہیں۔ جس میں کوئی شئے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ وہ لوگ سینوں میں مخفی باتیں رکھتے ہیں۔

لیستخفوا منہ — کہ خدا سے چھپا دیں خفیہ رکھیں

الا حین یستغشون ثیابھم ..... الخ — حالانکہ بات یہ ہے کہ جب وہ رات کو سوتے ہیں۔ تو اس وقت بھی ان کے ظاہر اور باطن کے احوال سے اللہ تعالےٰ خوب واقف ہوتا ہے

کل فی کتب مبین — خدا کے پاس سب محفوظ ہے

ھو الذی خلق السمٰوٰت ..... وکان عرشہ علی الماء — اس سے ظاہر ہے۔ کہ زمین اور آسمان کی پیدائش سے پیشتر یہ سب سیال مادہ کی شکل میں تھا۔

ولئن اخرنا عنھم العذاب — اس آیت سے ظاہر ہے کہ عذاب کے نزول کا وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر بعض وجوہات سے وہ دوسرے وقت پر ٹل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں لوگ استہزا کیا کرتے ہیں کہ وہ عذاب کیوں نہ آیا۔ حالانکہ جب وہ پھر اپنے دوسرے وقت پر آتا ہے۔ تو ان کو کوئی مہلت نہیں ملتی آتہم کے واقعہ پر اعتراض کرنے والے غور کریں

نصیحت — کبھی کسی کو ٹھٹھہ مت کرو۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ جو شخص دوسرے پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ وہ نہیں مرتا جب تک کہ اسی عیب میں خود مبتلا نہ ہو جاوے۔ لوگوں کی عادت ہے۔ کہ کسی کی ہوا خارج ہو۔ یا کوئی پھسل جاوے۔ یا اس کی غلطی بیان ہو۔ تو ہنس پڑتے ہیں اور دوسرے کو حقیر جانتے ہیں۔ یہ بہت بری عادت ہے اس سے بچو۔

کنز اخلاق۔

میں نے دینی معلومات کی وسعت کے لحاظ سے مناسب جانا ہے۔ کہ اگر درس قرآن کے صفحہ میں سے بعد درج ایک رکوع کے کچھ حصہ رہ جاوے۔ تو اس میں اخلاقی احادیث ہدیہ ناظرین کیا جاویں۔ اور اسے کنز اخلاق کے نام سے نامزد کیا جاوے۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ خالی از منفعت نہ ہو گا (ایڈیٹر)

۱ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ
کاموں کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کو اسکی نیت کے موافق پھل ملیگا
وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی

مدار کار در نیت است چونکہ نیت پاک شد امنیت است

۲ [illegible] مِنَ الْاِیْمَانِ
[illegible] ایمان ... شرم و حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔

۳ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَہُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِہِمْ وَاَمْوَالِہِمْ
مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے کو رنج نہ پہنچے۔ اور مومن وہ ہے۔ جس سے سبھوں کی جان و مال کو امن ہو۔

۴ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی وَمَنَعَ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ
کامل اور ایمان والا وہی ہے۔ جو خدا واسطے دوستی اور خدا واسطے دشمنی رکھے۔ اور جو کچھ کہ خدا کے واسطے دے اور جہاں نہ دے وہ نہ دینا بھی خدا واسطے ہو یعنی نیک کام والوں کے لئے اور بدکاروں سے بچے اور اچھے کام میں دے اور برے کام میں نہ دے۔

بزمِ احمدی

یہ عنوان اس لئے قائم کیا گیا ہے۔ کہ کارخانہ البدر اور دیگر ضروری امور متعلق سلسلہ احمدیہ و جماعت احمدیہ کی نسبت۔ جو جو استفسار اور مشورے اور رائے وغیرہ ہُوا کرینگی وہ اس کے تحت میں درج ہُوا کرینگی۔ اور اس طرح سے خریداران البدر اور نیز احمدی احباب کا ایک دوسرے سے نیم تعارف ہوتا رہیگا علاوہ خریداران البدر کے دیگر احمدی احباب وغیرہ کے استفسار اور مشورے وغیرہ بھی درج ہُوا کریں گے۔ شوق سے ارسال فرماتے رہا کریں۔

ایک احمدی بہن البدر کی خریدار ہیں۔ ان کی ایک احمدی سہیلی نے اپنی گرہ سے قیمت دیکر ان کے نام اخبار جاری کرایا تھا۔ جو کہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں۔ ایک احمدی بھائی سفارش کرتے ہیں۔ کہ اس احمدی بہن کی اخبار کی قیمت میں رعایت دی جاوے۔ نصف قیمت وہ ادا کر سکتی ہیں۔

میری رائے میں مناسب ہوگا۔ کہ یا تو وہ احمدی بھائی اور یا اور کوئی اور صاحب نصف قیمت اخبار کی ادا فرما کر صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل فرما دیں۔ کارخانہ کی طرف سے چند دیگر احباب کو رعایت دیگئی ہے۔ اس لئے گنجائش نہیں ہے۔

چودھری محمد سرفراز خان صاحب نمبردار بدوملی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بندہ ۱۹۰۷ء کی قیمت بطور قرض حسنہ ۱۹۰۵ء کے ساتھ اس شرط پر دینے کو طیار ہے۔ کہ دو سو سے زائد خریدار اس طرح قیمت دینا منظور فرما دیں اور بندہ بجائے چار کے ۸؎۔ اور ہمدرد معاونین سے روپیہ چندہ دینے کو طیار ہے۔ سالہ خریداری کے بجائے تا زیست خود اور تا قیام البدر بندہ کو خریدار تصور فرما دیں۔ جہانتک ممکن ہے توسیع اشاعت میں کوشش کرونگا۔ اور کر رہا ہوں

دیگر احباب کی تحریک کے لئے چودھری صاحب نے عمدہ تجویز سوچی ہے

اس وقت تک جو کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۴ء ہے۔ جسقدر کارڈ آئے ہیں۔ ان میں سے نصف کے قریب ایسے احباب ہیں جنہوں نے دو سالہ چندہ منظور فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا۔ تو دو سو بھی ہو جاویں گے۔

درخواست دعا۔ احادیث شریف میں آیا ہے کہ جب ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے کرنے والے کو بھی وہی شے عطا کر دیتا ہے۔ جو کہ وہ اپنے بھائی کے لئے خدا سے مانگتا ہے اس بنا پر ہیں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ جن احباب کی طرف سے دعا کی درخواستیں آیا کریں۔ وہ درج اخبار کر دیا کروں۔ تاکہ بھائیوں کو ایک دوسرے سے غائبانہ ہمدردی اور احسان کرنے کا ثواب کا موقعہ مل جایا کرے۔ یہ مفت کا ثواب ہے۔ جب انسان اپنے لئے دعا کرے۔ تو ساتھ ہی درخواست کنندوں کے لئے بھی دعا کر دے۔ کہ اے رب تو انکی بھی حاجتیں رفع کر دے۔ اس مولا کریم کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور دعا کرنے والے کو مفت کا اجر ہمدردی اور احسان کامل جاتا ہے۔

مولوی فضل حق صاحب مختار جناب خلیفہ صاحب ممبر کونسل آف ریجنسی پٹیالہ مراق کی مرض اور ضعف معدہ میں مبتلا ہیں میری طرف سے درخواست ہے۔ کہ ان کے لئے دعا کیجاوے

منشی نواب الدین صاحب نائب اشرف سرانوالی کی ہمشیرہ ایک عرصہ سے بیمار ہے اور وہ احباب احمدیہ سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب احمدی ایک عرصہ سے مبتلائے بخار ہیں دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں خود بھی ان احباب کے لئے دعا کرتا ہوں (ایڈیٹر)

مطبع کارخانہ البدر کا ایک بڑا بوجھ اخبار پر ہے۔ اور قلیل اشاعت میں خسارہ کے بڑے حصے کا موجب ہے اس لئے بڑی جانکے احمدی احباب کی کمال عنایت ہوگی۔ اگر اس کی معرفت میں وہ میرا ہاتھ بٹا دیں۔

واضح ہو۔ کہ عام طور پر چھپائی کا نرخ بہت ارزاں ہے لیکن مجھے تجربہ ہوا ہے۔ کہ بیرونجات کے احباب کو یہاں کام دینے سے ریلوے محصول وغیرہ کے اخراجات کے باعث بہت خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے ایک روزہ یوم کی مصروفیت کے لئے عہ اور نصف یوم کی مصروفیت کے لئے عہ یومیہ کا نرخ دوں جانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور ... دے داب ... دیجاتی۔ اس نرخ سے احباب کو مزید اخراجات محصول وغیرہ کی زیر باری نہ ہوگی شوق سے کام ارسال فرما دیں حتی الوسع احتیاط سے کیا جاویگا

اخبار۔ شروع جنوری سے ... بہا یا جاتا ہے مگر ... ان احباب کا نام ارسال ہوتا ہے۔ جن کی طرف سے **درخواست** یا کارڈ منظوری خریداری کے آجانے ہیں۔ جن کے کارڈ بعد میں آویں گے۔ ان کے نام شروع نمبر سے کل پرچے ارسال کر دیئے جاویں گے۔

اشاعت بیعت کا نہانہ کے کرمفرمائے جناب شیخ محمد حسین صاحب تاجر لائل پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ البدر کے جاری رہنے سے ہم کو کمال مسرت ہے کیونکہ ہمارے پاک امام علیہ السلام کے لب مبارک سے یہ نام نکلا تھا۔ مگر اس کی کثیر تعداد درکار ہے۔ خدا کرے تو اس کے فضل سے بعید نہیں ..... اب التماس ہے۔ کہ سابقہ انتہا یا معادت آئندہ اگر آپ کالم بیعت یعنے بیعت کنندگان کے نام نامی اور حضرت اقدس کے صبح و شام کے جلوس کا حال درج کرنے کا وعدہ فرما دیں تو ۱۹۰۵ء کے ساتھ ۱۹۰۶ء کا چندہ بھی بذریعہ وی پی وصول کر لیں۔

دیگر احباب نے بھی ان امور کی تاکید فرمائی ہے۔ چونکہ مشکلات کی وجہ سے رجسٹروں وغیرہ کا انتظام ٹھیک نہ رہا تھا۔ اس لئے اشاعت بیعت ملتوی ہو گئی تھی۔ اب پھر شروع کیجاتی ہے اور حضرت اقدس کے جلوس کا حال بھی انشاء اللہ باقاعدہ رہے گا۔ البدر کی اشاعت کا اصل مطلب یہی ہے۔ حضرۃ امام الزمان اور دیگر بیعت کنندگان سے آپ کی جو ہمدردی و محبت ترشح ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیوے

مدرسہ کی ایک ضرورت

تین نادار طالب علم امتحان میں جا بیٹھے ہیں۔ جن کے پاس داخلہ کیواسطے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے جو احباب اس خیر میں سے حصہ لینا چاہئیں وہ بہت جلد لیں۔ ہر سہ طالب علموں کیواسطے (مبلغ) پچاس روپیہ کی ضرورت ہے۔ اگر قوم توجہ کرے۔ تو یہ کوئی بڑی رقم نہیں ہے ہمارا دل دوسرے قومی مدرسوں اور کالجوں کی جو امداد قوم کر رہی ہے اور جس طرح وہ ترقی کر رہے ہیں انہیں دیکھکر اور پھر اپنے مدرسہ کی حالت کو دیکھکر خون ہو جاتا ہے کاشکہ چند غیرت مند رجل اپنی کرہمت کو چست باندھکر اس قومی پودے کو اپنے پورے نشو و نما کے عروج پر پہونچا دیں ہمیں یہ خبر سنکر کمال افسوس ہوا ہے۔ کہ جماعت میں بعض احباب ایسے بھی ہیں جو کہ مدرسہ کیطرف درخوں کیطرف توجہ ضروری خیال نہیں کرتے یہ انکی سخت غلطی ہے اس فساد کے زمانہ میں احمدی ذریت کے لئے اگر کوئی کشتی ہو سکتی ہے جو کہ بد عقائد کے گرداب سے نسل کو محفوظ رکھے۔ وہ صرف مدرسہ و کالج تعلیم الاسلام قادیان ہی ہے۔ اور جو ہمارا دوست اسکی عدم ضرورت کے خیال سے اسکی امداد میں حصہ نہیں لیتا وہ ایک قومی گناہ کا مرتکب ہے۔ پس پیارے دوستو اور بھائیو۔ یہ وقت دراصل امن اور چین سے زندگی بسر کرنے کا نہیں ہے۔ جب تک اپنی ذاتی ضرورتوں کو پس انداز کر کے ان دینی اور قومی سلسلوں کی ربوبیت اپنے ذمہ نہ لو گے تب تک تم ان کاموں میں دوسری قوموں سے ہرگز بازی نہ لے سکو گے

ہر سہ طالب علموں کے لئے جو چندہ آوے۔ وہ بنام مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے نام آنا چاہیئے۔

ٹوہ میں مسلمان ہو گیا یعنی اختیار الاسلام ٹوہ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی رائے اور ریویو

جہانتک میرے مولا کریم نے مجھے فہم عطا فرمایا ہے۔ میں ایسی اس کتاب کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ حق کے طالب ایک طرف ترک اسلام اور دوسری طرف میں مسلمان ہو گیا پڑھیں۔ غالباً ناظرین کو یقین ہوگا۔ کہ حق کیا چیز اور

مجموعہ ازالۃ الوسواس مصنفہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بمقابلہ مولوی احمد علی صاحب و مولوی حشمت علی صاحب میرٹھی دفتر میں ریویو کے لئے ارسال کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اسے مطالعہ کر کے کامل ریویو کیا جاویگا مولوی محمد احسن صاحب ... الدہر کا اس کا مصنف ہونا ہی عمدہ اور نئے نکات اور حقائق اور معارف ... ناظرین بغور ملاحظہ فرما دیں۔ قیمت ۸؎ علاوہ محصول ڈاک میرے نزدیک زیادہ ہے۔ بشرطیکہ طبع کتاب میں ... اور بصورت نقصان